۱۳۰
۳۲/۷/۳

Gmail

Darul ifta Darul uloom <daruliftadarululoom@gmail.com>

shati,-e-Rasool k saza ka barey ma

Mohsin Jummani <mmhmrj_2008@hotmail.com> **3 June 2011 03:59**
To: Darul-uloom Karachi Fatwa <daruliftadarululoom@gmail.com>

السلام علیکم
مفتی صاحب

آپ سے شاتم رسول کی شرعی سزا کے بارے میں علمائے احناف کا موقف دریافت کرنا ہے کہ آیا شاتم رسول کو بلا کسی تفریق سزائے موت دی جائے گی یا پھر اس پر حاکم وقت کے حکم پر حد جاری ہوگی خاص کر جب شاتم ذمی ہو اور بالفرض کسی اسلامی ملک میں جزیہ دیتا ہو۔
اور اگر شاتم توبہ کرلے تو اس بارے میں احناف اور دیوبند کا کیا فتوی ہے؟

میں نے سنا ہے کہ احناف کی کتب میں ہے کہ توبہ قبول کی جائے گی اور حد جاری ہوگی۔ اور میں نے ایک معتبر عالم دین سے سنا کہ علامہ ابن تیمیہ کے دور میں احناف کا بھی اجماع اس بات پر ہوگیا کہ شاتم کی توبہ قبول نہیں اور اس کو ہر حال میں بلاتفریق سزا دی جائے گی۔ جبکہ ایک اور اہل علم کا کہنا ہے کہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ کفایت المفتی سے لے کر اکفار ملحدین تک میں درج ہے کہ حد جاری ہوگی اور اگر توبہ کرے تو قبول۔۔ برائے مہربانی جتنا جلد ہوسکے رہنمائی فرمائیں

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ ہو)

۷۶/۱۳۸۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

شاتمِ رسول علیہ السلام اگر مسلمان ہوتو باتفاق فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ شتم کی بناء پر وہ مرتد ہوجائیگا، اگر توبہ نہ کی توبالاجماع اس کا قتل واجب ہے۔ اگر سچی توبہ کرلے تو عدالت کے لئے اس کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں فقھاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ کا راجح مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائیگی، چنانچہ اس کو علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار، تنقیح الفتاوی الحامدیہ اور اس موضوع پر اپنے رسالہ ''تنبیہ الولاۃ والحکام علیٰ احکام شاتم خیر الانام'' میں مبسوط بحث کر کے الثقف، معین الحکام، کتاب الخراج للامام ابی یوسفؒ، شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر، شرح الطحاوی، حاوی للزاہدی، شرح الشفاء للقاضی عیاضؒ، السیف المسلول اور الصارم المسلول کے حوالے سے ثابت کیا ہے۔ البتہ علامہ بزازیؒ نے حنفیہ کا مذہب عدم قبول توبہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو حداً قتل کیا جائیگا، علامہ ابن الھمام اور صاحب خلاصۃ الفتاوی اور علامہ خیر الدین رملی حنفی اور صاحب بحر رحمہم اللہ تعالیٰ اور کچھ دوسرے حضرات نے اس مسئلہ میں علامہ بزازیؒ کی پیروی کی ہے۔ لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر مبسوط بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حنفیہ کا مسلک نہیں ہے اور علامہ بزازیؒ نے یہ مذھب الصارم المسلول سے نقل کیا ہے، جو مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک ہے۔

اگر شاتم ذمی ہوتو حنفیہ کے نزدیک اس کے شتم کے شرعی طریقے سے ثابت ہونے پر حاکم یا عدالت کی ذمہ داری ہے کہ اس کو سیاسۃً وتعزیراً سزا دے اور یہ سزا اِس جرمِ شتم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے، اگر یہ شتم اعلانیہ ہو یا ذمی اس کا بار بار ارتکاب کرے تو اس کو تعزیراً قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر کوئی ذمی شتم کا مرتکب ہو اور پھر وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرلے اور سچی توبہ کرتے ہوئے معافی کی درخواست کرے تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ عنداللہ تو اس کا گناہ معاف ہوسکتا ہے، لیکن جہاں تک دنیوی احکام کا تعلق ہے تو حضرات احنافؒ کے نزدیک اس صورت میں تعزیر ہے اور حاکم کو اختیار حاصل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مرتکب کو سیاسۃً وتعزیراً قتل کرنے کا حکم جاری کرے۔ البتہ اگر حاکم یا عدالت یہ سمجھے کہ مجرم کا جرم اس درجہ کا نہیں کہ اس کو تعزیراً قتل کیا جائے یا قرائن سے اس کی توبہ کا سچا ہونا معلوم ہو تو قتل نہ کرنا بھی جائز ہے اور قتل سے کم جو سزا حاکم مناسب سمجھے وہ بہرحال دے سکتا ہے۔ واضح رہے کہ آج کل کے زمانہ میں حرمتِ رسول علیہ السلام پر غیر مسلموں کی طرف سے مختلف طریقوں سے حملے جاری ہیں، حاکمِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ شاتم رسول کو ایسی سزا دے جس سے دوسروں کو عبرت ہو، اگرچہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے معافی مانگ لے، کیونکہ یہ معاملہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا ہے اور حاکم یا عدالت اِس وقت ان کی طرف سے نائب ہے۔ اگر اس کو بغیر سزا کے چھوڑ دیا گیا تو آئندہ اوروں کو بھی اس قبیح جرم کے ارتکاب کی جرأت ہوگی۔

نیز واضح رہے کہ اگر ملکی قانون کے مطابق اس جرم پر علی الاطلاق قتل کی سزا مقرر کردی گئی ہو تو چونکہ شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذمی شاتم کی سزا قتل ہے اور اس کی توبہ اسلام لانے سے قبل مقبول نہیں اور حضرات احنافؒ کے نزدیک حکم حاکم رافع خلاف ہے، لہٰذا عدالت ملکی قوانین (اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق) اسی سزا (قتل) کو نافذ کرنے کی پابند ہوگی۔

البتہ اگر کسی ذمی پر شتم کا محض جھوٹا الزام لگایا گیا ہو (مثلاً کسی ذاتی دشمنی کی بنیاد پر اس کو سزا دلوانے کے لئے کسی نے اس پر شتم کا جھوٹا الزام لگایا ہو) اور عدالت کے نزدیک بغیر کسی رعایت کے تحقیق کی بنیاد پر یہ بات ثابت ہو جائے کہ ذمی پر لگایا گیا الزام محض جھوٹ پر مبنی ہے اور واقع میں کوئی ایسی بات پیش نہیں آئی تو ایسی صورت میں اُس ذمی کے اِس الزام سے بری ہونے کی بنا پر عدالت اس کو چھوڑ سکتی ہے اور غلط الزام لگانے والے شخص کو عدالت سزا دے سکتی ہے۔

(العبارات المتعلقة بالشاتم المسلم)

فی اعلاء السنن:(۲۴۶/۱۲)

عن أبی برزة الأسلمی رضی الله عنه قال : أغلظ رجل لأبی بكر الصديق رضی الله عنه فقلت : يا خليفة رسول الله ألا أقتله فقال : ليس هذا إلا لمن شتم النبی صلی الله عليه و سلم۔رواه الحاكمؒ فی المستدرك وسكت عنه هو والذهبی۔

وفيه ايضاً:(۶۴۲/۱۲)

(قوله :عن ابی برزة الیٰ آخرالباب)قال المحقق فی الفتح: كل من أبغض رسول الله صلی الله عليه وسلم بقلبه صار مرتدا فالسباب بطريق أولی ثم يقتل حدا عندنا فلا تعمل توبته فی إسقاط القتل قالوا هذا مذهب أهل الكوفة ومالك ونقل عن أبی بكر الصديق رضی الله عنه ولا فرق بين أن يجیء تائبا .....وقال الخطابی ولا أعلم أحدا خالف فی وجوب قتله .....**قلت** :وما ذكره الحقق من عدم قبول توبة الساب لعله اخذه عن البزازی والا فالمشهور من مذهب الحنفية ان حكمه حكم المرتد فی قبول توبته فان تاب نكل وان ابی قتل كما ذكره فی الدر والشامية بابسط وجه وهو منطوق عبارة ابی يوسفؒ فی الخراج له حيث قال :وأيما رجل مسلم سب رسول الله أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله تعالی وبانت منه امرأته فإن تاب وإلا قتل وكذلك المرأة إلا أن أبا حنيفة قال لا تقتل المرأة وتجبر علی الإسلام اه

وفی التتف للعلامة السغدی:(۶۹۴/۲)

والسابع من سب رسول الله صلی الله عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به

ما يفعل بالمرتد۔

وفی الدرالمختار: (ج٤ ص ٢٣١)

و الـكافر بسب نبی من الانبياء فإنه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا ولو سب الله تعالى قبلت لانـه حق الله تعالى والاول حق عبد لا يزول بالتوبة ومن شك فی عذابه وكفره كفر وتمامه فـی الـدرر فـی فـصـل الـجزية معزيا للبزازية وكذا لو أبغضه بالقلب فتح وأشباه.وفی فتاوى الـمصنف: ويجب إلحاق الاستهزاء والاستخفاف به لتعلق حقه أيضا..... وإذا كفر بسببه لا تـوبة لـه عـلـى مـا ذكـره البزازی وتوارده الشارحون.....لكن صرح فی آخر الشفاء بان حـكمه حكم المرتد ومفاده قبول التوبة كما لا يخفىٰ ـزاد المصنف فی شرحه وقد سمعت من مفتی الحنفية بمصر شيخ الاسلام ابن عبد العال أن الكمال وغيره تبعوا البزازی والبزازی تبـع صـاحـب السيف الـمسـلـول عزاه إليه ولـم يعزه لاحد من علماء الحنفية وقد صرح فی الـنتف ومـعيـن الـحـكـام وشـرح الطحاوی و حاوی الزاهدی وغيرها بأن حكمه كالمرتد ولفظ النتف من سب رسول الله صلى الل عليه وسلم فإنه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهى وهو ظاهر فی قبول توبته كما مر عن الشفاء اه۔فليحفظ۔

وفی ردالمحتار:(٢٣٣/٤)

فهـذا صـريـح كـلام الـقاضی عياض فی الشفاء والسبكی وابن تيمية وأئمة مذهبه على أن مـذهـب الـحـنـفية قبـول التـوبة بـلا حـكـاية قول آخر عنهم وإنما حكوا الخلاف فی بقية الـمـذاهـب وكفى بهؤلاء حجة لو لـم يوجد النقل كذلك فی كتب مذهبنا التی قبل البزازی ومـن تبـعـه مـع أنه موجود أيضا كما يأتی فی كلام الشارح قريبا وقد استوفيت الكلام على ذلك فی كتاب سميته تنبيه الولاة والحكام الخ۔

(العبار ات المتعلقة بالشاتم الذمی)

فی السير الكبير:(١٠٩/٤)

فـی حـديـث ابـن عبـاس رضی الله تعالى عنهما أن النبی صلى الله عليه وآله وسلم نهى أن يـقتل المرأة والصبی والشيخ الكبير فإن أعانت المرأة المقاتلين فلا بأس بقتلها۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وكـذلك إن كـانت تعلن شتم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلا بأس بقتلها لحديث أبـی إسـحاق الهمدانی قال : جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقال : إنی سـمـعـت امـرأة مـن يهود وهی تشتمك والله يا رسول الله إنها لمحسنة إلى فقتلتها فأهدر الـنبـی صـلـى الـلـه عـليه وآله وسلم دمها ـ واستدل بحديث عمير بن عدى فإنه لما سمع

عصماء بنت مروان تؤذى النبى صلى الله عليه وآله وسلم وتعيب الإسلام وتحرض على قتال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ـــقتلهاليلا ثم أصبح وصلى الصبح مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلما نظر إليه قال : أقتلت ابنة مروان قال : نعم فهل على فى ذلك شىء فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم : لا ينتطح فيها عنزان ثم التفت إلى من حوله فقال : إذا أحببتم أن تنظروا إلى رجل نصر الله ورسوله فانظروا إلى عمير ـ

وفى اعلاء السنن بعد نقل عبارة السير الكبير المذكورة :(٥٣٩/١٢)

وقد عرف انه ﷺ كان قد عاهد يهود المدينة وما والاهاحين قدم المدينة فدل على جواز قتل الذمى اذا اعلن بسب الرسول ﷺ وهو المذهب قال ابن الكمال باشا فى احاديثه الاربعينية :والحق انه يقتل عندنااذا اعلن بشتمه عليه الصلاة والسلام صرح به فى سير الذخيرة حيث قال : واستدل محمد لبيان قتل المرأة اذا اعلنت بشتم الرسول بما روى ان عمير بن عدى لما سمع عصماء بنت مروان تؤذى الرسول ﷺ فقتلها ليلا مدحه ﷺ على ذلك انتهىٰ ـفليحفظ كذا فى الدرالمختارمع الشامية ـ

فى الدرالمختار: (٤ / ٢١٢)

(لا)ينتقض عهده (بقوله نقضت العهد).....(و)لا(بالزنا بمسلمة وقتل مسلم).....(وسب النبى ﷺ)لأن كفره المقارن له لا يمنعه فالطارىء لا يرفعه فلو من مسلم قبل كما سيجىء ويؤدب الذمى ويعاقب على سبه دين الإسلام أو القرآن أو النبى صلى الله عليه وسلم حاوى وغيره قال العينى واختيارى فى السب أن يقتل اه وتبعه ابن الهمام ـ

قلت: وبه أفتى شيخنا الخير الرملى وهو قول الشافعى ثم رأيت فى معروضات المفتى أبى السعود أنه ورد أمر سلطانى بالعمل بقول ائمتنا القائلين بقتله إذا ظهر أنه معتاده وبه أفتى ثم أفتى فى بكر اليهودى قال لبشر النصرانى نبيكم عيسى ولد زنا بأنه يقتل لسبه للأنبياء عليهم الصلاة والسلام اه

قلت: ويؤيده أن ابن كمال باشا فى أحاديثه الأربعينية فى الحديث الرابع والثلاثين يا عائشة لا تكونى فاحشة ما نصه والحق أنه يقتل عندنا إذا أعلن بشتمه عليه الصلاة والسلام صرح به فى سير الذخيرة حيث قال واستدل محمد لبيان قتل المرأة إذا أعلنت بشتم الرسول بما روى أن عمر بن عدى لما سمع عصماء بنت مروان تؤذى الرسول فقتلها ليلا مدحه صلى

الله عليه وسلم على ذلك انتهى ـ

فى رسائل ابن عابدين:(١/٣٥٤)

والحاصل ان الذمى يجوز قتله عندنا لكن لا حدا بل تعزيرا فقتله ليس مخالفا للمذهب واما انه ينتقض عهده فمخالف للمذهب اى على ما هو المشهور منه فى المتون والشروح والا ففى حاشية السيد محمد ابى السعود الازهرى على شرح منلا مسكين قال وفى الذخيرة اذا ذكره بسوء يعتقد ه ويتدين به بان قال انه ليس برسول او انه قتل اليهود بغير حق او نسبه الى الكذب فعند بعض الائمة لا ينتقض عهده اما اذا ذكره بما لا يعتقده ولا يتدين به كمالو نسبه الى الزنا او طعن فينسبه فينتقض انتهىٰ ـوبه يتايد ما بحثه الامام العينى والمحقق ابن الهما م من حيث الانتقاض ايضاً فليس خارجا عن المذهب الكلية نعم هو خلاف المشهور (وقال) الشيخ تقى الدين بن تيميةؒ فى الصارم المسلول عند ذكره مذهب الحنفية فى هذه المسئلة ما نصه : و أما أبو حنيفة و أصحابه فقالوا : لا ينتقض العهد بالسب و لا يقتل الذمى بذلك لكن يعزر على إظهار ذلك كما يعزر على إظهار المنكرات التى ليس لهم فعلها من إظهار أصواتهم بكتابهم و نحو ذلك و حكاه الطحاوى عن الثورى و من أصولهم أن ما لا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل و الجماع فى غير القبل إذا تكرر فللإمام أن يقتل فاعله و كذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة فى ذلك و يحملون ما جاء عن النبى صلى الله عليه و سلم و أصحابه من القتل فى مثل هذه الجرائم على أنه رأى المصلحة فى ذلك و يسمونه القتل سياسة و كان حاصله أن له أن يعزر بالقتل فى الجرائم التى تغلظت بالتكرار و شرع القتل فى جنسها و لهذا أفتى أكثرهم بقتل من أكثر من سب النبى صلى الله عليه و سلم من أهل الذمة و إن أسلم بعد أخذه و قالوا : يقتل سياسة و هذا متوجه على أصولهم ـانتهى كلام الحافظ ابن تيميةؒ

(٣)وفى السيف المسلول للعلامة تقى الدين السبكى الشافعىؒ:(ص٣٧٤)

الفصل الخامس : فى انه لاتصح توبته(اى توبة الذمى) مع بقائه على الكفر،لا اعلم فى ذلك خلافا بين القائلين بقتله من المذاهب الثلاثة المالكية والشافعية والحنبليةالا ما اشار اليه كلام الخلاصة وليس محققا .....والمشهور الذى هو كالمقطوع به فى المذهب ان توبته مع الكفر لا تفيد ـ

وفی ردالمحتار:(٣٤٣/٤)

وقد تقرر أن كل مجتهد فيه إذا حكم به حاكم يراه نفذ حكمه وصار مجمعا عليه فليس لحاكم غيره نقضه ـ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالحفیظ حفظہ اللہ تعالیٰ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

۲۳/اگست ۲۰۱۱ء

الجواب صحیح

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۲۲-۹-۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح

احقر محمد اشرف غفرلہ

۱۴۳۲/۹/۲۴ھ

الجواب صحیح

شبیر احمد کان اللہ لہ

۲۷-۹-۱۴۳۲ھ

دارالافتاء

فتویٰ نمبر ۶/۱۳۸۴

مورخہ ۲۷/۹/۱۴۳۲ھ

۲۳/۸/۲۰۱۱ء